شذرات

ہمارے ایک دینی رسالے نے "علماء اور حکومت" کے عنوان کے تحت لکھا ہے:-

"...... بجائے خود اختلافات" کوئی ان ہونی بات نہیں اور نہ ہی تنقید و اعتراض کوئی ناقابل تصور شے ہے اصل مسئلہ یہ ہے کہ نہ تو ان علماء اور عمائدین حکومت کے مابین رابطہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی بات براہ راست سنیں اور دور دور رہنے کے باعث جو بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پیدا ہو جایا کرتی ہیں ان کے دور کرنے کی کوئی سبیل پیدا ہو۔ اور نہ ہی ان دونوں کے مابین کوئی ایسا وسیلہ ہے جو افہام و تفہیم کی فضا پیدا کرے،

رسالے کے محترم مدیر نے حکومت کی بہی خواہی اور ملک و ملت کی بہبود سے دلی محبت رکھنے کی بنا پر "ارباب اختیار کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی ہے" کہ حکومت اور علماء کے مابین موجودہ صورت حال قابل رشک نہیں ہے، بلاشبہ ایک خاص طبقہ علماء سے حکمرانوں کے تعلقات بہتر ہیں لیکن متعدد دوسرے طبقات اہل علم کے ایسے ہیں، جن سے نہ حکومت خوش ہے اور نہ وہ حکومت سے راضی ہیں؛

مدیر محترم نے اس پر افسوس کرتے ہوئے بجا طور پر لکھا ہے کہ نتیجہ اس صورت حال کا یہ ہے کہ نہ حکومت علماء دین کی صلاحیتوں، ان کے اثر و رسوخ سے ملک و ملت کو مسلک اتحاد میں پرونے کا کام لے رہی ہے۔ اور نہ ہی علماء حکومت کے وسائل اور حکمرانوں کے اثر و رسوخ کو اسلام کے فروغ اور مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کے لئے استعمال کر سکتے ہیں؛

اور آخر میں صاحب موصوف ارشاد فرماتے ہیں۔

اس مایوس کن فضا میں کیا ہو؟ کوئی بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکی۔ اگر اصحاب نظر میں سے کوئی صاحب روشنی کی کوئی کرن مہیا کر سکیں، تو ہم ان کے ممنون ہوں گے!

حکومت اور علماء کے متعدد طبقوں کے درمیان اس وقت باہمی تعلقات کی کیا نوعیت ہے اس کے بارے میں ہم زیادہ نہیں جانتے لیکن اگر وہ بقول مدیر موصوف حکومت سے راضی نہیں تو یہ بڑی افسوس ناک بات ہے۔ "الرحیم" کی پہلے دن سے یہ کوشش ہے کہ ایک مسلمان معاشرہ اور ایک مسلمان سلطنت میں علماء کرام کا جو مقام ہے وہ پاکستان میں قائم رہے اور ان میں اور حکومت میں کسی طرح کی مغائرت پیدا نہ ہو۔ اس وقت صورت یہ ہے کہ مسلمان ملک صدیوں کے جمود کے بعد بیدار ہو رہے ہیں۔ اور جیسے جیسے وہ غیر ملکی غلامی سے آزاد ہوتے ہیں اور عنان اقتدار ان کے ہاتھ میں آتی ہے، تو وہ اپنے آپ کو دوسرے غیر مسلم ملکوں سے زندگی کے ہر شعبے میں بہت پیچھے پاتے ہیں۔ ان میں وہ وحدت اور جذباتی ہم آہنگی نہیں، جو اس زمانے میں ایک ملک کو داخلی لحاظ سے مربوط اور خارجی جارحیت سے محفوظ رکھنے کی سب سے مقدم شرط ہے ان میں تعلیم بہت کم ہے۔ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں بہت پیچھے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اپنی معیشت میں دوسروں کے محتاج ہیں، اور ان کی اقتصادی اور فنی مدد کے بغیر وہ اپنی پستی اور بدحالی کو ترقی اور خوشحالی میں نہیں بدل سکتے" اس کے ساتھ ہی مسلمان ملک یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر وہ اپنی اس پستی اور بدحالی کو جلد سے جلد دور نہ کر سکے، تو ان کے ہاں نہ اندرونی امن رہے گا اور نہ وہ قوموں کی برادری میں کوئی باعزت جگہ لے سکیں گے۔ مسلمان ملکوں کی حکومتوں کو اس سنگین صورت حال کا احساس ہے اور ہر حکومت اپنے اپنے ملک کے حالات کے مطابق اس سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ اس ضمن میں وہ اپنی صوابدید کے مطابق فیصلے کرتی اور ان پر اپنے عوام سے عمل کرانے میں کوشاں ہیں، چونکہ یہ ایٹمی دور ہے جس میں زندگی کی دوڑ میں آگے بڑھنے میں بڑے قدم اٹھائیں اور جلد جلد قدم اٹھائیں علامہ اقبال کے الفاظ میں کاروان ہستی اتنا تیز گام ہے کہ جو اس کے ساتھ قدم ملا کر نہ چل سکے، وہ اس کی لپیٹ میں آکر کچلا جاتا اور گرد راہ ہو جاتا ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے بعض علماء ان حقائق گردوپیش کو صحیح طرح محسوس نہیں کرتے، اور موجودہ زمانے کی نوعیت اور اسکی تیز رفتاری سے پیدا ہونے والے نتائج سے کماحقہ واقف ہونے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اب یہ علماء زیادہ سے زیادہ اپنے مخصوص حلقوں میں رہتے ہیں جو بیشتر ان کے نیاز مندوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ لیکن مسلمان ملکوں کی حکومتوں کو اپنے عوام کی ضرورتیں پوری کرنا ہیں۔ ان کو داخلی اور خارجی خطرات سے محفوظ رکھنا ہے اور پھر بین الاقوامی حالات وظروف میں اپنے اپنے ملکوں کیلئے سازگار فضا پیدا کرنا ہے۔ ہمارے اکثر علماء مسلمان حکومتوں کی ان ذمہ داریوں کو نہیں جانتے اور ان میں سے ہر گروہ یہ چاہتا ہے کہ مثال کے طور پر صدر ایوب اسکی بات سنا دیں ہی کیسے، جو یہ گروہ کہتا ہے کیونکہ بقول اس گروہ کے صحیح اسلام یہی ہے۔ ہمارے نزدیک حکومت اور علماء کے اکثر گروہوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اسکا بنیادی سبب یہ ہے

زیادہ دن نہیں ہوئے ایک بہت بڑے عالی مرتبت عالم دین نے اپنے دینی رسالے میں لکھا تھا کہ صدر ایوب نے آئین و دستور کی یہ کیا بحث چھیڑ رکھی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں صدارتی انتخاب میں کامیاب کیا ہے اسے چاہیئے کہ عدالتوں میں دوسرے ججوں کے ساتھ ساتھ ایک حنفی عالم مقرر کر دے اسلامی قانون کی نئی ترتیب وتشکیل کی ضرورت ہی کیا ہے قانون پہلے سے موجود ہے بس ہر عدالت میں ایک حنفی عالم جج ہونا چاہیئے اس طرح ملک میں اسلامی آئین برسرکار آجائیگا۔ ایک اور عالم دین نے حال ہی میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کی اتنی عظیم الشان حکومتیں مال غنیمت اور فیئ سے چلتی رہی ہیں۔ اب یہ ٹیکسوں وغیرہ کا رواج کیا لگا رکھا ہے۔ ایک اور صاحب مرقوم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ ستمبر میں پاکستان کو فتح دی ہے۔ اس لئے حکومت پاکستان کا ریڈیو سے ۲۵ دسمبر کو ایک عیسائی کو تقریر کرنے کی اجازت دینا صحیح نہیں۔

اس طرح کے روزمرہ کے ہزاروں مسائل ہیں جن کے بارے میں علما صبح وشام حکومت کو مشورے دیتے ہیں، اور ظاہر ہے حکومت ان پر عمل کرنے سے معذور ہوتی ہے۔ اس پر حکومت کے خلاف زبان وقلم کی باڑھیں کھل جاتی ہیں۔